مذہب اور اقتصادیات

ڈاکٹر جے ایس نرائن راؤ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد

پیغمبر خدا حضرت محمدؐ کے عزیز ترین رفیق اور پیرو حضرت علیؑ انسانیت کی ایک روشنی ہیں وہ انسانی تاریخ کی ممتاز ترین شخصیتوں میں سب سے زیادہ تابندہ شخصیت کا درجہ رکھتے ہیں، ان کی زندگی اور سیرت انسانی کردار اور شخصیت کے تعلق سے غیر محسوس مگر تحت شعور میں موجود ہر فستانی خاندان کی ایسی حیرت ناک داستان قرار پاتی ہے جو دنیا کی سرگزشتوں میں شاذ و نادر ہی دکھائی دیتی ہے۔ یہ مقدس و پاکیزہ شخصیت علم ودانش، شجاعت، سیرت و کردار اور اپنی سادگی پسندی میں بہ اعتبار فطرت نہایت ہی بلند اور غیر معمولی تھی، صدیاں بیت گئیں لیکن حضرت علیؑ کے کارناموں سے معمور داستان حیات کروڑوں دلوں اور دماغوں میں ابھی تک ایسی تری وتازگی رکھتی ہے جو مسلسل جاری رہنے والی ہے، ان کی سوانح نے سلطنت رومہ کے کثیر کارناموں کی تعریف وتوصیف کو بھی للکار کر رکھ دیا ہے۔

حضرت علیؑ کا کوئی بھی حالیہ نو معتقد ان کی امنگ، جوش اور ان کے اعلیٰ اوصاف کی طرف سے صرف نظر نہیں کرسکتا، ایک شاعر ایک سپاہی اور ایک درویش کے جملہ اوصاف ان کی تنہا شخصیت میں جمع ہوگئے تھے۔ ان کے اخلاق اور مذہبی خطبات میں ان کا علم اور ان کی دانائی بولتی ہے اور زبان یا تلوار کی لڑائیوں میں ان کا کوئی بھی حریف ان کی شجاعت اور ان کی بلاغت کا مقابلہ نہیں کرسکتا، آنحضرتؐ کی تحریک کے پہلے لمحہ سے لے کر ان کی زندگی کی آخری سانس تک ان کا یہ عظیم رفیق ہمیشہ ہی ان کا سینہ سپر بنا رہا جسے آنحضرتؐ نے اپنا بھائی اور اپنا وصی قرار دیا اور رشتے کو موسیٰ اور ہارون کے رشتے سے تعبیر کیا۔[۱]

ایک ارب نفوس پر مشتمل عالم اسلام میں پیغمبرؐ خدا کے بعد حضرت علیؑ ہی کا دوسرا نام ہے، اور اس بات کی توثیق وتصدیق کی ہے خود پیغمبرؐ خدا نے جنگ خیبر (۶۲۹ء) میں جبکہ شکست کا اندیشہ لاحق تھا تو حضرت علیؑ نے اس لڑائی کو فتح کیا، جب یہ جنگ کامیابی کے ساتھ تمام ہوئی تو پیغمبرؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ مسلمان تمہارے بارے میں بھی وہی سوچنے لگیں گے جو

نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہنے لگے تو میں تمہارے تعلق سے ایسی باتیں کہتا کہ مسلمان تمہارے پیروں کے نیچے کی خاک اٹھا کر اپنے سروں پر رکھتے اور اسے قابل احترام قرار دیتے لیکن تمہارے تعلق سے میرا اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تم میرے وارث ہو اور میں تمہارا وارث ہوں، میرے ساتھ تمہارا درجہ وہی ہے جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کا، تم میرے مقصد کے لئے جنگ کروگے، روز قیامت تم سب سے زیادہ میرے قریب ہوگے، حوض کوثر پر تم میرے پہلو میں کھڑے ہوگے، جو تم سے دشمنی کرے گا وہ میرا دشمن ہوگا، جو تم سے لڑے گا وہ مجھ سے لڑے گا تمہارا دوست میرا دوست ہوگا تمہاری سلامتی میری سلامتی ہوگی، تمہارا گوشت میرا گوشت ہے تمہارا خون میرا خون ہے، جو تمہاری اطاعت کرے گا وہ میری اطاعت کرے گا، حق تمہارے زبان پر ہے، تمہارے دل میں ہے تمارے دماغ میں ہے تم خدا کی ذات پر اتنا ہی یقین رکھتے ہو جتنا یقین میں رکھتا ہوں، تم میرا دروازہ ہو، وحی الٰہی کے مطابق میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تمہارے دوست جنت میں جائیں گے اور تمہارے دشمنوں کو جہنم کی سزا دی جائے گی۔[۲]

اگر کردار ہی کی خصوصیت ہے تو حضرت علیؑ کی پوری زندگی میں یہ خصوصیت قدم قدم پر دکھائی دیتی ہے۔ حضرت علیؑ وہ سپاہی تھے جس نے لڑائیوں کے مال غنیمت میں سے کبھی کوئی بڑا حصہ نہیں لیا، ان کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ سب کا سب غریبوں، محتاجوں اور یتیموں کے لئے تھا اور بسا اوقات انہیں خود فاقہ کشی کرنی پڑتی تھی، ان کی زندگی کا ایک ہی عیش تھا اور وہ عیش تھا اللہ کی بندگی، ان کی زندگی کی ایک ہی مسرت تھی اپنے احباب اور ان کے اہل وعیال سے ملنا جلنا، وہ دوسروں کی مصیبتوں اور غموں میں برابر سے شریک ہوتے تھے۔

فضہ ان کے گھر کی کنیز تھی لیکن آنحضرتؐ نے یہ انتظام کیا تھا کہ ایک دن گھر کا سارا کام کاج فضہ کریں اور دوسرے دن گھر کا کام کاج حضرت فاطمہؑ کریں اور فضہ کو دوسرے دن آرام دیا جائے۔ جب حضرت فاطمہؑ علیل ہوتی تھیں تب بھی فضہ کو گھر کے کام کاج سے ایک دن چھٹی رہتی تھی، اور حضرت علیؑ چکی میں جو پیستے چولہا جلاتے اور بچوں کی دیکھ بھال کرتے دکھائی دیتے تھے یہ وہ علیؑ تھے جنہوں نے بدر، احد، خندق، خیبر اور حنین کی لڑائیاں فتح کی تھیں۔[۳] زندگی کے ان امور کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والے بے شمار امور ومسائل میں اپنے دانشورانہ خطبوں سے عالم انسانیت کی رہنمائی بھی کی ان خطبات میں انہوں نے اقتصادیات کے

مسائل پر بھی گفتگو کی ہے حالانکہ اقتصادیات کے مسائل انتہائی پیچیدگیاں رکھتے ہیں، ایک طرف بہشتی زندگی ہے اور دوسری طرف دنیاوی زندگی ،قبل اس کے کہ دنیوی اقتصادیات کے بارے میں کوئی گفتگو کی جائے آیئے ان دونوں زندگیوں کے مابین پائی جانے والی دانائی کا مختصر جائزہ لیں۔

بحر دانش

نہج البلاغہ کا مطالعہ کرنے والا کوئی بھی شخص دانائی کے اس دیار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا جو حضرت علیؑ نے دینی اور دنیاوی مسائل میں بہایا ہے جو خوش قسمتی سے سید رضی نے ذہانت سے کام لے کر اسے آنے والی نسلوں کے لئے خطبات ،مکتوبات اور اقوال کی صورت میں ایک جگہ جمع کردیا ہے۔ زبان وبیان کے اعتبار سے بھی یہ خطبے نہایت شاندار ہیں اور اپنے مفاہیم و مطالب کے اعتبار سے بھی ۔ یہ خطبات اللہ کی حمد وثنا سے شروع ہوتے ہیں جو بڑا رحیم اور بڑا مہربان ہے صرف اسی ایک مثال سے ان کی روحانی عظمت وبلندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں یادرکھو کہ دنیا وہ مقام ہے جس کی رونقوں پر ایک بار ریجھ جانے کے بعد کوئی بھی شخص خودکو اس کی مصیبتوں اور اس کی جراحتوں سے بچا کر نہیں رکھ سکتا، آدمی دنیا کے کتنے ہی مفادات حاصل کرلے لیکن اس کے یہ مفادات اس کی نجات اور بخشش کا سبب نہیں بن سکتے ، ہر ذی حیات کا مصائب وآلام کے ذریعہ کڑا امتحان لیا جاتا ہے۔لوگ گناہ میں ملوث ہوتے ہیں اور لالچ میں مبتلا رہتے ہیں ، جو لوگ دنیا کی دولت کو اپنے پاس اکٹھا کرلیتے ہیں ایک دن انہیں بھی دنیا کی یہ دولت دنیا ہی میں چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔ قیامت کے دن ان سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے اتنی دولت ثروت کس طریقے سے اکٹھا کی اور یہ کہ اسے کس طرح مصرف میں لایا گیا ،جن لوگوں نے اپنی زندگی کو نیکی کے ساتھ بسر کیا ہے انہیں جنت بطور جزا دی جائے گی جس کی نعمت ومسرت سدا رہنے والی ہوگی۔

درویشوں نے اس دنیا کو ہمیشہ ایک سایہ کی طرح دیکھا ہے جو نمودار ہوتا ہے بڑھتا گھٹتا ہے اور انجام کار ناپید ہوجاتا ہے۔[۲]

دنیا کے زیر عنوان ان کا خطبہ خاص اہمیت رکھتا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ میں ایک ایسے مقام کی طرف کیسے راغب ہوسکتا ہوں جس میں آنے والا آتا ہے تو درد کے ساتھ غم کے ساتھ اور جس سے اس کی موت اسے جدا کردیتی ہے ، جہاں کے رہنے والے ہر شخص کے اعمال کا

حساب لیا جائے گا اسے اپنے ہر عمل کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔ اگر اس نے ایسے اعمال کئے ہوں گے جو جائز اور قانون ہدایت کے مطابق ہوں گے تو ان کی جواب دہی کے بعد جزا ملے گی اور اگر ایسے ہوں گے جنہیں منع کیا گیا ہے یا جو احکام الٰہی کے مطابق نہیں ہیں تو پھر ان کو سزا دی جائے گی، جو لوگ دولت مند ہوتے ہیں وہ بالعموم گناہوں اور بدیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں جبکہ غریب لوگوں کا مصائب وآلام احاطہ کئے رہتے ہیں، دنیا ان کو ٹھکراتی ہے جو اس پر ریجھتے ہیں اور جو لوگ دنیا کی رونقوں سے بے نیاز رہتے ہیں دنیاان کی طرف جھک جاتی ہے،دنیا ان لوگوں کے لئے ایک اچھی معلم ہے جو اقوام کی تاریخ سے سبق لیتے ہیں اور ان لوگوں کو اندھا کر دیتی ہے جو اس کی جھوٹی راحتوں اور رونقوں پر اپنی جان چھڑکنے لگتے ہیں۔

نہج البلاغہ کے صفحات میں روحانیت کا اُمنڈتا ہوا دریا دکھائی دیتا ہے، اس میں اخلاقیات کی تعلیم دی گئی ہے، پھر بھی حضرت علیؑ نے بطور خلیفہ ایک حکمراں کے فرائض بھی انجام دیئے ہیں، ان کے ان فرائض میں اقتصادی امور بھی آتے ہیں حضرت علیؑ کے یہاں مذہب اور اقتصادیات کا ایک خوبصورت امتزاج دکھائی دیتا ہے۔

اقتصادیات۔ مذہب کی کنیز

دنیا کی زندگی ابدی زندگی کی تیاری کا وقفہ ہوتی ہے، اس لئے مذہب اور اقتصادیات کے مابین مبینہ تصادم کے سوال کو نہج البلاغہ میں بڑی آسانی سے حل کر لیا گیا ہے، تصادم کا سوال صرف اس وقت اٹھتا ہے جب مذہب اور اقتصادیات کے اصولوں کو بدل ڈالا جائے خلیفہ کی سادہ معاشی زندگی اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ اپنی معیشت پر دوسری چیزوں کو ترجیح دیتے تھے انہوں نے عنان خلافت سنبھالنے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا تھا وہ یہی تھا کہ ان کی حکومت کی پالیسی مذہب کی ہدایات کے تحت ہوگی۔ اقتصادی ضرورتوں کے تحت نہیں ہوگی، اقتصادی حکمت عملی کثیر التعداد عوام کی ضرورتوں کے برخلاف چند مخصوص لوگوں کی امارت اور اقتدار کا سبب بن جایا کرتی ہے جب کہ مذہب اس بات پر زور دیتا ہے کہ کثیر التعداد عوام کی ضرورتوں کو سب سے پہلے پورا کیا جائے اقتصادیات آدمی کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو دیکھتی ہیں جبکہ مذہب آدمی کی ضرورتوں پر پابندی لگاتا ہے اور انہیں ضرورت سے آگے قدم بڑھانے کی اجازت نہیں دیتا چنانچہ مذہب اور اقتصادیات کا یہی

تضاد ہے جو دونوں کے مابین تصادم کی وجہ قرار پاتا ہے اور یہ بات کہی جاتی ہے کہ مذہب اقتصادیات کے خلاف ہے اور اقتصادیات مذہب کے خلاف کیونکہ مذہب اور اقتصادیات دونوں کے اپنے طے شدہ مقاصد ہیں جن میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی ہے۔

اقتصادیات اپنے دائرہ میں چند نفوس کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں جبکہ مذہب اپنے دائرہ میں کثیر التعداد نفوس کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے ، ان دونوں کے درمیان کس معیشت کو اچھا اور بہتر کہا جاسکتا ہے اس معیشت کو جو چند نفوس کی ضرورتوں کو پورا کرے یا اس معیشت کو جو کثیر التعداد نفوس کی ضرورتوں کو پورا کرے معاشیات اور مذہب دونوں کو چند نفوس یا چند طبقوں کی ضروریات پوری کرنے کے برعکس کثیر التعداد عوام کی ضرورتیں پوری کرنی چاہئیں۔

معاشیات کو چاہئے کہ وہ عوام کی ضرورتیں پوری کرے ایک مرتبہ حضرت علیؑ کو پتہ چلا کہ ان کے غلاموں میں سے ایک غلام قنبر نے جس کے ساتھ انہوں نے کبھی غلاموں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا تھا بیت المال سے ملنے والے اپنے حصہ میں سے چند درہم بچا کر اپنے پاس رکھ لئے ہیں تو اس بات پر انہوں نے اپنا صدمہ اور اپنی برہمی ظاہر کی کیونکہ قنبر نے ایسا کرکے اپنے روپے سے دوسرے ضرورت مند لوگوں کو فائدہ اٹھانے کے موقع سے محروم کردیا تھا۔

بلاشبہ اقتصادیات کا نظام اس مفروضہ پر قائم ہے کہ ایک طرف وسائل کی کمی اور فقدان رہے گا اور دوسری جانب آدمی کی ضرورتیں کبھی ختم نہ ہوں گی، بہرصورت اگر عوام کی ضرورتیں پوری بھی کردی جائیں تو کیا ان کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکتا ہے ایک طرف فائیو اسٹار ہوٹل ہوں اور دوسری طرف آدھا پیٹ بھری آبادی ہوتو ان دونوں میں سے ایک سادہ لوح ماہر اقتصادیات اپنے لئے کس کو پسند کرے گا، اقتصادیات کے امور میں حضرت علیؑ جیسا علم ودانائی رکھنے والا ایک شخص ہی دین (مذہب) اور دنیا (اقتصادیات) کے درمیان اس مبینہ تصادم کا تشفی بخش حل نکالنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ یہ تصادم وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں ابلیس کو کرسی اقتدار دیدی جائے اور خدا کو اس کے تخت اقتدار سے ہٹادیا جائے ، مذہب انسانیت ہے اور اقتصادیات انسانی علم ہیں جو پورے عالم انسانیت کی خدمت کے بجائے صرف چند آسودہ افراد یا طبقات کی مدد کرتا ہے۔ حضرت علیؑ اپنی ذاتی آسودگی اور عیش وعشرت سے بے نیاز ہو بہت سے دوسرے بندگان خدا کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔عصر حاضر کے ایک دانشور گاندھی جی کا خیال تھا کہ بے سروسامانی سے بہتر کوئی دوسرا

سامان نہیں ہے۔ یہاں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ زمانہ قدیم کے مسائل اقتصادیات کا یہ علم اور یہ دانائی اب روشنی میں آتی جارہی ہے، اب یہ خیال تسلیم کیا جارہا ہے کہ اقتصادیات خود ساختہ مذہب ہیں کوئی نیا مذہب نہیں ہیں۔ ہمارے خیال میں مذہب اور اقصادیات کے مابین ہم آہنگی نہج البلاغہ میں پیش کئے جانے والے علوم ہی سے ایک علم اور دانائیوں میں سے ایک دانائی ہے۔

حضرت علیؑ کا اقتصادی نظام

حضرت علیؑ کا اقتصادی نظام کیا ہے؟ کیا یہ سائنٹفک نظام ہے؟ کیا یہ نظام اقتصادی منطق اور کسوٹیوں پر پورا اترتا ہے؟ کیا یہ اقتصادی نظام ہمارے زمانے میں بھی مفید مطلب ہے؟ مزید برآں یہ کہ کیا یہ اقتصادی نظام جمہوری یا مساویانہ ہے؟ جب اقتصادیات یا معاشیات کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو یکے بعد دیگرے سوالات کی بوچھار ہونے لگتی ہے۔

رسولؐ اسلام کے زمانے میں جزیرہ نمای عرب معاشی یا اقتصادی اعتبار سے دو واضح طبقوں کے درمیان منقسم تھا، معدودے چند امرا اور کثیر التعداد غریب نادار اور مفلس ظہور اسلام سے پہلے ان مذاہب نے جن میں کوئی الہامی کتاب نہیں تھی امیر طبقات کو بے شمار حقوق اور مراعات دے رکھی تھیں۔ اسلام نے غریبوں اور مظلوموں کو مادی اور اخلاقی دونوں اعتبار سے تشفی دی۔ نئے مذہب میں خدا اور آدمی کے درمیان اتحاد رابطہ یا تعلق پیدا کیا گیا۔ ۷ امشیت الٰہی کے آگے خود سپردگی کا نام اسلام ہے۔ اس سے میں مادیت کی بہ نسبت اخلاق کے ذریعہ زیادہ تشفی میسر آتی ہے۔ ۸ اسلام ایک جمہوری اور عقلی مذہب ہے۔ اگر سوشلزم کا مطلب ہے دولت میں مساوی حصہ جو مشترک سماجی کوششوں کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ معنی سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ تاریخ اسلام کے ابتدائی چار سال میں اسلام قبول کرنے والے زیادہ تر وہ لوگ تھے جو نہایت کمزور تھے اور ظلم کے خلاف اپنی مدافعت کرنے کے قابل نہیں تھے۔ ایسا ایسا ظلم کیا گیا کہ پیغمبرؐ کو یہ کہنا پڑا کہ جو لوگ اس ظلم کو برداشت نہیں کر سکتے وہ ہجرت کر کے ایک عیسائی ملک ابی سیپیا یا حبش چلے جائیں۔ ظلم وستم جبر و تشدد اور ہجرت کے باوجود مسلمانوں کی مختصر تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ قریش کو زبردست تشویش ہوئی کہ کیونکہ انہوں نے کعبہ میں بت بٹھا رکھے تھے حالانکہ کعبہ عرب کے تمام باشندوں کے لئے مقدس مقام تھا جس کی زیارت کے لئے وہ آیا کرتے تھے قریش خود کو کعبہ کا نگہبان سمجھتے تھے جس کو انہوں نے اغراض پسندی

میں پہلا مقام یا پہلا درجہ دے رکھا تھا۔۹

اسلام جمہوری واقتصادی انقلاب کی ایک راہ ہے جس میں نہ عیش وعشرت کی کوئی گنجائش ہے نہ شراب نوشی کی۔ حالانکہ ان باتوں کو اقتصادی ترقیات کی علامت تصور کیا جاتا ہے جبکہ ان باتوں سے عوام کو پریشانی اور مصیبت نظر آتی ہے۔ اقتصادی نظام میں جن باتوں کو ترقیات کی علامت قرار دیا جاتا ہے ان کا یہ نتیجہ ہے کہ ہندوستان کے شہر اور دیہات میں بَیر یعنی جو کی شراب جو کہ آسانی سے میسر آجاتی ہے جبکہ پینے کا صاف پانی مشکل ہی سے ملتا ہے۔ اگر اس معاملہ میں ہم نے گاندھی جی کی ہدایت پر عمل کیا ہوتا یا اسلام اور حضرت علیؑ سے سبق لیا ہوتا تو آبادی میں اضافے کے باوجود ہمارا ملک رہائش کی بہتر جگہ بن جاتا اور ہمارے نوجوانوں کو تلاش معاش کے لئے بدیشوں میں دردر کی ٹھوکریں نہ کھانی پڑتیں، نہ ہی ہندوستانی سماج میں تعصّبات و اختلاف کی گنجائش رہتی یہ سب ہوسکتا ہے لیکن کون جانتا ہے کہ یہ سب کب ہوگا۔ اسلام میں مذہب اور معاشیات کے مابین علیحدگی کا کوئی شگاف نہیں ہے۔ اگر حضرت علیؑ کے اقتصادی نظام کو اسلام کا معاشی نظام مانا جائے تو پھر اقتصادی ذمہ داریاں بھی مذہبی فرائض کا جزو بن جاتی ہیں بہر حال یہی وہ چیز ہے جو اسلام کے نظریہ اقتصادیات کا خصوصی وصف یا امتیاز ہے۔

اقتصادی مہم

قیادت کی غلطی یا عمل وارادہ میں نقص وکوتاہی کی وجہ سے بہت سے اقتصادی نظریے ناکام ہوجاتے ہیں ۔حضرت علیؑ نے اپنی ذاتی زندگی کو اسلامی معاشیات کا ایک نمونہ بنادیا تھا ایک حکمراں کی حیثیت سے انہوں نے اقتصادی نظام سے ان بدعنوانیوں کوختم کرنے کی مہم چلائی جو پہلے ہی سے چلی آرہی تھیں۔ انہوں نے برسہا برس اپنے خطبات میں جن موضوعات پر روشنی ڈالی ان میں عوامی خزانہ کا روپیہ خرچ کرنے کا طریقہ، امیروں اور غریبوں کو دی جانے والی ہدایتیں، دولت کی جائز، مساوی اور منصفانہ تقسیم، بیت المال کے سرمایہ کا تحفظ عیش پسندانہ زندگی بسر نہ کرنے اور بے جا خرچ و اصراف کو روکنے کے موضوعات شامل ہیں ۔۱۰ انہوں نے جو اقتصادی مہم چلائی تھی اس کا یہ مقصد تھا کہ معاشیات کے آدرشوں کو حاصل کیا جائے۔ انہوں نے امیروں کو ہدایت کی کہ وہ غریبوں کی طرف اپنی سخاوت کے ہاتھ کو بڑھائے رکھیں اور غریبوں کو کسی محرومی کا احساس نہ ہونے دیں ۔ انہوں

نے اپنے ایک خطبہ میں کہا کہ بیت المال کا سرمایہ خدا کا سرمایہ ہے جو مستحقین کو جائز اور منصفانہ طریقہ سے دیا جانا چاہیے۔ انہوں نے بیت المال کو تمام مسلمانوں کا ٹرسٹ قرار دیا۔ انہوں نے اپنے ایک خطبہ میں کہا کہ عیش وعشرت کے بستروں پر آرام کی نیند سونے والے اپنا حوصلہ بھی کھودیتے ہیں اور مصائب کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور تاب وتوانائی بھی۔۱۱

یہ آدرش تھے جن کی بنیاد پر حضرت علیؑ نے اپنے اقتصادی یا معاشی نظام کی تعمیر کی تھی۔ انہوں نے محاصل وصول کرنے والے تحصیل داروں اور دوسرے حاکموں کو بھی سخت ترین اقتصادی بندشوں میں باندھ کر رکھا تھا۔ ان کے عہد اقتدار میں کسی بھی حاکم کو بیت المال کے سرمایہ میں کوئی خاص رعایت یا حق خاص نہیں تھا۔ انہوں نے محاصل وصول کرنے والے تحصیل داروں کو یہ واضح ہدایت دی تھی کہ زکوٰۃ یا دوسرے محاصل کی وصولیابی میں زور یا زبردستی سے کام نہ لیا جائے نیز یہ کہ ٹیکس دینے والوں کے ساتھ غلاموں ایسا ہتک آمیز رویہ اختیار نہ کیا جائے۔ معاشیات کے ایک آزاد پروفیسر آدم اسمتھ نے ٹیکس اداکرنے والے لوگوں کی عزت وآبرو کو بچانے اور انہیں حکومت کی طرف سے کی جانے والی زبردستیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسے ہی قوانین وضع کئے یا ایسی ہی ڈھالیں بنائیں جو انہیں زور اور زبردستی کی ضربتوں سے محفوظ رکھ سکیں۔ علیؑ کی نظر میں حکومت انسانیت کی خدمت کے لئے ہوتی ہے۔ خصوصیت سے غریبوں کی خدمت کے لئے ان کی نگاہ میں حکومت کا منصب عیش وعشرت کا مقام نہیں تھا۔ ان کے عہد خلافت کا یہی ایک امتیازی وصف ہے۔

حضرت علیؑ نے عصر جدید کو بھی بہت ہی سہل اور قابل عمل سبق دئے ہیں آج کے رہنماؤں کو ان سے اقتصادیات کا علم بھی سیکھنا چاہئے اور اس علم کو بروئے کار رلانے کا طریقہ بھی۔ اقتصادیات کا یہ علم جہاں سے شروع ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حکمرانوں کو ایک عام آدمی کی طرح انتہائی سادگی کی زندگی بسر کرنی چاہئے۔ انہوں نے متوازن بجٹ پیش کرنے کا فن بھی سکھایا۔۱۳ ان اسباق کے برعکس ہر جگہ کی عصری حکومتیں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے لگی ہیں۔ ان باتوں کے جو نتائج برآمد ہوں گے وہ تباہ کن ہوں گے آج کی جو حالت ہے وہ یہ ہے کہ عوامی خزانہ پر حکمرانوں نے اپنا مالکانہ قبضہ جما رکھا ہے۔ وہ غریبوں کے کام آنے کے لئے عوامی خزانہ میں بہت ہی قلیل سرمایہ چھوڑتے ہیں۔ نصف صدی پہلے برطانوی حکمراں ہندوستان چھوڑ کر چلے گئے لیکن اس عرصہ کے دوران ایسے غریبوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگیا جو فی کس آمدنی کے اعتبار سے دو وقت اپنا پیٹ بھی نہیں بھر سکتے۔ کیا

وجہ ہے کہ عوامی خزانہ میں ان کے لئے تھوڑا بہت سرمایہ نہ چھوڑا جائے یہ صورت حال صرف ہندوستان ہی میں نہیں ہے بلکہ بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی ہے۔

موجودہ حالات میں ایسا لگتا ہے کہ ہمیں حضرت علیؑ کے علم اقتصادیات اور اس علم کو بروئے کار لانے کے لئے ان کی دانائی سے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ خدا رسیدہ لوگوں کا اپنا ہی ایک طبقہ ہوتا ہے۔ وہ عالم انسانیت کے رہنما اور پیشوا ہوتے ہیں۔ ان کی آرزو میں بھی ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور علم ودانش میں بھی۔ اس لئے کوئی تعجب یا حیرت کی بات نہیں ہے کہ حضرت علیؑ نے اقتصادیات کا جو علم دیا ہے وہ ان کے زمانے کی سرحدوں کو عبور کرکے ہمارے زمانے تک آ گیا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ایڈورڈ گبن سلطنت روما کے عروج وزوال کی تاریخ جلد پنجم، ماخوذ از نہج البلاغہ صفحہ ۱۴۔

۲۔نہج البلاغہ اسلامک سمیزی یو ایس اے ۱۹۷۹ صفحات ۳۲۔ ۳۳۔

۳۔ ایضاً صفحہ ۱۵۔

۴۔ ایضاً خطبہ ۶۲۔

۵۔ ایضاً خطبہ ۸۵۔

۶۔ایضاً علیؑ اپنے ملازمین اور غلاموں کے درمیان صفحہ ۱۹۔

۷۔سید ہاشم علی وحدت دنیا میں عقیدہ رکھنے والے، اسلامی تحقیقی میگزین نور سے ماخوذ ایڈیٹر صادق نقوی جلد ۴، ۱۹۸۵ صفحات ایک تا ۱۵۔

۸۔ نرائن راوجے ایس، دی صوفی اسپر یچول ازم، ماخوذ از نور جلد ۴، صفحات ۱۹ تا ۲۲۔

۹۔ دی مینگ آف گلوریس قرآن' امریکن لائبریری لندن صفحہ ۱۲۔

۱۰۔ خطابت ۱۹، ۲۸، ۱۲۹، ۲۳۶ اور ۲۴۵۔

۱۱۔ایضاً۔

۱۲۔ایضاً محاصل وصول کرنے والے تحصیل داروں کے نام ایک مکتوب۔

۱۳۔علیؑ کا ایڈمنسٹریشن متوازن بجٹ تین ٹیکسوں پر منحصر تھا، لگان، زکوٰۃ، صدقات اور جزیہ، وہ ٹیکس جو زکوٰۃ کی جگہ غیر مسلموں پر لگایا جاتا تھا۔